خانقاہ اشرفیہ اختریہ مقیمیہ و مدرسہ احیاء السنہ کا ترجمان اور دینی علمی تبلیغی و اصلاحی سلسلہ

التربیۃ

فاروقہ (سرگودھا)

رجب المرجب ۱۴۳۶ھ
مئی ۲۰۱۵ء

۱

فہرست

خانقاہ اشرفیہ اختریہ مقیمیہ ○ مدرسہ احیاء السنہ

خط و کتابت و ترسیلِ زر کا پتہ

فاروقہ (پوسٹ کوڈ ۴۰۱۴۰) ضلع سرگودھا 0301/0335-6750208
ehyaussunnah@gmail.com | www.ehyaussunnah.blogspot.com

اصلاحی سلسلہ ''التربیت'' کا اجراء

مُدیر کے قلم سے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

آج سے تقریباً تیس (۳۰) سال قبل پیرِ طریقت عارفِ وقت حضرت شاہ ڈاکٹر عبدالمقیم صاحب دامت برکاتہم نے ایک اصلاحی رسالہ/مجلّہ بعنوان ''التربیت'' ماہانہ جاری کرنے کے ارادہ سے کام شروع کیا، نام بھی کتابت کروالیا، مگر قدرتِ خداوندی سے کچھ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ وہ کام شروع نہ ہوسکا۔ گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس کا مسودہ دیگر فائلوں کے نیچے چھُپنے لگا، کیونکہ ابھی ربّ العالمین کی طرف سے اس کے چھَپنے کا وقت نہیں تھا۔

۲۷رفروری ۲۰۱۵ء بروز جمعۃ المبارک کی بات ہے کہ محترمی حضرت قاری محمد عبیداللہ ساجد صاحب مدظلہٗ کی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ لاہور اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی، حضرت نے کچھ پُرانی فائلیں تلاش کرنے کا فرمایا، اسی دورانِ تلاش ''التربیت'' کی فائل ہاتھ میں آگئی جسے حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے دیکھ کر ارشاد فرمایا: ''ارے! یہ تو میری جوانی کا کام ہے''۔ اور فرمایا: ''صوفی غلام سرور ڈار صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ، خلیفہ مجاز محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ) نے جب یہ کام دیکھا تو کہا کہ اس پر فوراً کام ہونا چاہئے، بوجوہ اس پر کام نہ ہوسکا''۔ پھر حضرت نے دوسرے روز یہ تمام مسودہ قاری صاحب کے حوالہ فرما کر ارشاد فرمایا: یہ فائل تم لے جاؤ اور یہ سلسلہ شروع کرو اور ارمغان کو بھی ساتھ کرلو۔

محترم قاری صاحب نے احقر کو فون پر تفصیل فرمائی، اور فرمایا کہ میرا دِل چاہتا ہے کہ اِدارَت کا کام آپ کے ذمہ ہو۔ احقر نے اپنی بے بضاعتی وکم علمی کا عذر پیش کرنا چاہا، قبول نہ ہوا، بالآخر اس اُمید پر کہ بڑوں کا حکم ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کام لیتے ہیں تو ع

''گھات ملنے کی وہ خود آپ ہی بتلاتے ہیں''

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

انتخاب از: ”خزائن القرآن“

تلاوت سے پہلے تعوّذ کی حکمت

از افادات: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے تلاوتِ قرآنِ پاک کی ابتداء میں

اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

پڑھنے کا حکم فرمایا۔ بات یہ ہے کہ دفعِ مضرت مقدم ہے جلبِ منفعت پر (یعنی نقصان سے بچنا نفع حاصل کرنے سے زیادہ ضروری ہے)، اسی لیے کلمہ میں لَآ اِلٰہَ پہلے ہے کہ پہلے غیر اللہ کو دل سے نکالو، پھر اِلَّا اللّٰہُ کو دل میں پاؤ گے۔ عود کی خوشبو لگانے سے پہلے جسم سے گندگی، پسینہ کی بدبو دور کرنا ضروری ہے ورنہ عود کی خوشبو محسوس نہ ہوگی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی لذتِ قرب کے لیے غیر اللہ سے طہارت اور پاکی ضروری ہے۔ اسی لیے کلمہ میں لَآ اِلٰہَ کو مقدم فرمایا کہ پہلے غیر اللہ کو دل سے نکالو پھر اِلَّا اللّٰہُ کی خوشبو ملے گی۔ قرآنِ پاک میں ہے:

حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ

(سورۃ التوبۃ: ۱۲۸)

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے رَءُوۡفٌ کو مقدم فرمایا رَّحِیۡمٌ پر۔ اور حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ کے کیا معنیٰ ہیں؟ کہ میرا نبی تم پر حریص ہے، سوال یہ ہے کہ کس چیز پر حریص ہے؟ تمہارے مال پر یا تمہاری جیب پر؟ نہیں! ان چیزوں سے نبی کا کیا تعلق؟ علامہ آلوسی نے کیا عمدہ تفسیر کی ہے:

حَرِیۡصٌ عَلَیۡکُمۡ اَیۡ عَلٰی اِیۡمَانِکُمۡ وَ صَلَاحِ شَانِکُمۡ

میرا نبی تمہارے مال کا نہیں بلکہ تمہارے ایمان کا اور تمہاری اصلاحِ حال کا حریص ہے۔ آپ کی یہ شانِ کرم تو سب کے ساتھ ہے خواہ مؤمن ہو یا کافر، لیکن بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ ایمان داروں کے ساتھ تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ کی تقدیم بتاتی ہے کہ رافت اور رحمت صرف مؤمنین کے لیے خاص ہے کافروں کے لیے نہیں۔ ”رافت“ کے معنیٰ ”دفعِ ضرر“ کے

ہیں، اور ''رحمت'' کے معنیٰ ہیں ''جلبِ منفعت'' کے ہیں، اور دفعِ مضرت چونکہ مقدم ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے رَءُوْفٌ کو رَّحِیْمٌ سے پہلے نازل فرمایا۔

اسی قاعدہ کلیہ سے اللہ تعالیٰ نے تلاوت سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا حکم دے کر دفعِ مضرت کو مقدم فرمایا کہ شیطان میرا دشمن ہے جو تمہارا بھی دشمن ہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ کر اسے بھگا دو تا کہ وہ تمہارے دل میں وساوس نہ ڈال سکے۔ محدثِ عظیم مُلّا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

اَلشَّیْطَانُ کَالْکَلْبِ الْوَاقِفِ عَلَی الْبَابِ

شیطان کی مثال اس کُتّے کی سی ہے جو دروازہ پر کھڑا رہتا ہے جیسے دنیا کے بڑے لوگ ''فارنز'' کا (یعنی غیر ملکی) بڑا کُتّا بھیڑیا نسل کا رکھتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑے ہیں، لہٰذا ان کا کُتّا بھی تمام کُتّوں سے بڑا کُتّا ہے، اکبر الکلاب ہے۔ حضرت ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کا حکم دے کر بتا دیا کہ جب تم دنیاوی بڑے لوگوں کے کُتّے کا مقابلہ نہیں کر سکتے، تو میرے کُتّے کا مقابلہ کیسے کر سکتے ہو؟ لہٰذا مجھ سے پناہ مانگو۔ جس طرح بڑے لوگوں سے جب ملنے جاتے ہو تو ان کا کُتّا بھونکتا ہے تو آپ کُتّے سے نہیں لڑتے بلکہ اس کے مالک سے کہتے ہیں کہ ہم آپ سے ملنے آنا چاہتے ہیں اپنے کُتّے کو خاموش کر دیجیے، تو مالک خاص کوڈ، خاص الفاظ کہتا ہے جس سے کُتّا دُم ہلانے لگتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کُتّے شیطان سے اور اس کے وسوسوں سے اور اس کی دُشمنی سے بچنے کے لیے یہ نہیں فرمایا کہ تم شیطان سے براہِ راست مقابلہ کرو، بلکہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی مدد سے اس مردُود کُتّے سے جو گیٹ آؤٹ (Get out) کیا ہوا دربار کے باہر کھڑا ہے، جو شخص دربار میں داخل ہونا چاہتا ہے یہ بھونکتا ہے، لہٰذا تم اس مردُود سے بات ہی نہ کرو۔ مردُود نا قابلِ جواب، نا قابلِ التفات، نا قابلِ گفتگو ہوتا ہے، بات تو دوست سے کی جاتی ہے، میں تمہارا دوست، تمہارا ولی، تمہارا مولیٰ ہوں لہٰذا مجھ سے کہو: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اے اللہ! تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان مردُود سے، جب تم نے میری پناہ مانگ لی تو اب شیطان تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ (صــ ۱۷، ۱۸)

(......جاری)

انتخاب از:
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دُنیا کی حقیقت“
مشکوٰۃ، کتاب الرقاق

دو نعمتیں جن کی قدر نہیں

از افادات: شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ہیں جن کے معاملہ میں بہت سے لوگ (ان کی قدر کما حقہ نہ کرنے کے سبب) خسارہ اور نقصان میں ہیں؛ ایک صحت، دوسری فراغ“۔ (بخاری)

تشریح: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ مؤطا امام مالک میں لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ انسان عبادت میں اسی وقت مشغول ہوسکتا ہے کہ جب وہ صحت مند ہو اور بقدرِ ضرورت رزقِ حلال ہو کیوں کہ کبھی آدمی صحت مند ہوتا ہے مگر کسبِ معاش سے فرصت نہیں پاتا اور کبھی کسبِ معاش سے مستغنی ہوتا ہے لیکن صحت ٹھیک نہیں ہوتی اور جس کو یہ دونوں نعمتیں حاصل ہوں اور پھر بھی کاہلی کے سبب عبادت میں مشغول نہ ہو تو یہ بڑے ہی خسارے اور نقصان میں ہے۔ (مرقاۃ: ۵/۹)

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بہ خاقانی

کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

ترجمہ: حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیس برس مجاہدات کے بعد یہ حقیقت معلوم ہوئی کہ ایک سانس حق تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہونا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت سے افضل ہے۔ مظاہر حق (کتاب) میں ہے کہ علماء نے لکھا ہے:

اَلنِّعۡمَۃُ اِذَا فُقِدَتۡ عُرِفَتۡ

کوئی نعمت جب ہاتھ سے نکل جاتی ہے تو اس کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے اسی طرح صحت اور فراغ کی نعمت کو بہت سے لوگ مفت کھو دیتے ہیں اور اس کی قدر اُن کو اس وقت معلوم ہوتی

ہے جب بیمار ہوتے ہیں یا کسی تشویش میں مبتلا ہوتے ہیں، اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندامت نفع نہ دے گی:

ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ

(سورۃ التغابن: ۹)

ترجمہ: یہی دن ہے ہار جیت کا یا سود وزیاں (نفع ونقصان) کا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ جنت کو جنت میں کسی بات کی حسرت نہ ہوگی، مگر حق تعالیٰ سے غفلت کے لمحات اور اوقات پر وہاں بھی حسرت ہوگی۔ (ص:۱۲،۱۳)

......☆......

کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تری چوکھٹ پہ سر اپنا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اِلٰہی اپنی رحمت سے تو کر دے با خبر اپنا
نہ انجم ہیں ہمارے اور نہ یہ شمس و قمر اپنا

سوا تیرے نہیں ہے کوئی میرا سنگِ دَر اپنا
کوئی حاجت ہو رکھتا ہوں تِری چوکھٹ پہ سَر اپنا

خداوندا محبت ایسی دے دے اپنی رحمت سے
کرے اخترؔ فدا تجھ پر یہ دل اپنا جگر اپنا

میں کب تک نفس دشمن کی غلامی سے رہوں رُسوا
تُو کر لے ایسے ناکارہ کو پھر بارِ دگر اپنا

چُھڑا کر غیر سے دل کو تُو اپنا خاص کر ہم کو
تو فضلِ خاص کو ہم سب پہ یا ربّ عام کر اپنا

بہ فیضِ مُرشد کامل تو کر دے ہنس زاغوں کو
کہ وقف خانقاہ شیخ ہے قلب و جگر اپنا

تغافل سے جو کی توبہ تو ان کی راہ میں اخترؔ
ہمہ تن مشغلہ ہے ذکر کا شام و سحر اپنا

☆

انتخاب از: ’’درسِ مثنوی مولانا روم‘‘

توبہ، محبوبِ الٰہی بننے کا نسخہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مرکبِ توبہ عجائب مرکب است

تا فلک تا زد بیک لحظہ ز پست

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ’’توبہ‘‘ کی سواری عجیب سواری ہے کہ گنہگار بندہ کو پستی سے اُٹھا کر ایک لحہ میں آسمان تک پہنچا دیتی ہے، گناہوں کی ’’دُوری‘‘ توبہ کی برکت سے ’’حضوری‘‘ میں تبدیل ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ

(سورۃ البقرۃ: ۲۲۲)

اے میرے گنہگار بندو! کیوں مایوس ہوتے ہو؟ اگر تم گناہ کر کے مجھ سے دُور ہو گئے تو توبہ کی سواری میں بیٹھ کر میرے پاس آجاؤ۔ دُنیا میں کوئی جہاز کوئی راکٹ ایسا ایجاد نہیں ہوا جو تمہیں مجھ تک پہنچا دے۔ تم توبہ کرلو، میں توبہ کرنے والوں کو صرف معاف ہی نہیں کرتا اپنا ’’محبوب‘‘ بھی بنا لیتا ہوں۔ توّابین کو بوقتِ توبہ اور بہ برکت قبولیتِ توبہ ہم خلعتِ محبوبیت سے نواز دیتے ہیں، اور یہی نہیں کہ ایک ہی دفعہ معاف کریں گے اگر آئندہ بھی خطا ہوجائے گی تو آئندہ بھی ہم تمہیں معاف کر دیں گے، اسی لیے مضارع سے نازل فرمایا جو حاملِ حال بھی ہوتا ہے اور حاملِ استقبال بھی ہوتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال اور مستقبل دونوں کے تحفظ کی ضمانت دے رہے ہیں کہ اگر بربنائے بشریت تم سے خطائیں ہوں گی لیکن اگر تم توبہ کرتے رہو گے تو حالاً اور استقبالاً ہم تم سے پیار کریں گے، توبہ کی برکت سے ہم اپنے دائرۂ محبوبیت سے تمہارا خروج نہیں ہونے دیں گے۔ تم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہو، ہم معاف کرتے کرتے نہیں تھک سکتے۔

جیسے بچہ ماں کی چھاتی پر پاخانہ بھر دیتا ہے، تو کیا ماں بچہ کی محبت سے پھر جاتی ہے؟ یا اس کو

نہلا دُھلا کر، عمدہ کپڑے پہنا کر گود میں اُٹھا کر پھر پیار کرتی ہے اور یقین سے جانتی ہے کہ یہ دوبارہ پاخانہ کرے گا، لیکن ارادہ رکھتی ہے کہ میں دھوتی رہوں گی، تو کیا اللہ تعالیٰ کی محبت ماؤں کی محبت سے کم ہے؟ ارے ماں کیا جانتی محبت کرنا! ماؤں کو محبت کرنا انہوں نے ہی نے تو سکھایا ہے، اسی لیے یُحِبُّ نازل فرما کر تَوَّابِیْنَ کو اُمید دلا دی کہ مایوس نہ ہونا۔ توبہ کی برکت سے ہم تمہیں اپنے دائرۂ محبوبیت سے خارج نہیں ہونے دیں گے، بلکہ اللہ کی رحمت توبہ کرنے والوں کو قربِ سابق سے زیادہ قربِ لاحق عطا ہوتی ہے، کیونکہ قربِ سابق اس کی عبادت کے سبب تھا اور قرب لاحق جو عطا ہو رہا ہے اس میں قربِ عبادت کے ساتھ قربِ ندامت مستزاد ہے اور ندامت کے سبب ہی اس کو لباسِ محبوبیت عطا ہو رہا ہے۔ اسی لیے ہمیں حکم دے دیا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اپنے ربّ سے معافی مانگتے رہو۔ جب کوئی باپ بیٹے سے کہے کہ معافی مانگو، تو یہ دلیل ہے کہ وہ معاف ہی کرنا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اِسْتَغْفِرُوْا کا حکم دینا دلیل ہے کہ وہ ہم کو معاف کرنا چاہتے ہیں، اور آگے اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا فرما کر اور ترغیب دے دی کہ میں بہت بخشنے والا ہوں، لہٰذا ظالمو! مجھ سے کیوں معافی نہیں مانگتے؟ اور اِسْتَغْفِرُوْا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم سے خطائیں ہوں گی ورنہ معافی مانگنے کا حکم کیوں دیتے۔

لہٰذا جو بندہ معافی مانگتا رہتا ہے یہ علامت ہے کہ یہ حال میں بھی اللہ کا محبوب ہے اور مستقبل میں بھی محبوب رہے گا اس لیے خطاؤں سے مایوس نہ ہو۔ گناہوں پر جری تو نہ ہو بلکہ کوشش کرو، جان کی بازی لگا دو کہ کوئی خطا نہ ہو، لیکن اگر کبھی پھسل جاؤ تو گِرے نہ پڑے رہو اُٹھ کھڑے ہو، توبہ کر کے پھر ان کے دامن محبوبیت میں آ جاؤ ؂

ہم نے طے کیں اِس طرح سے منزلیں
گِر پڑے گِر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

اور اگر شیطان ڈرائے کہ تمہاری توبہ بھی کوئی توبہ ہے جو ٹوٹتی رہتی ہے، ابھی توبہ کر رہے ہو پھر یہی خطا کرو گے، تو کہہ دو کہ میں پھر توبہ کر لوں گا۔ ان کی چوکھٹ موجود ہے اور میرا سر باقی ہے، میری جھولی موجود ہے اور اس کا دستِ کرم باقی ہے، میرا یہ سر سلامت رہے جو ان کی چوکھٹ پر پڑا رہے اور میرا دستِ سوال باقی رہے کہ میری جھولی بھرتی رہے۔

توبہ کی قبولیت کے لیے اتنا کافی ہے کہ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، پکا عزم ہو کہ آئندہ ہرگز یہ گناہ نہ کروں گا، اور اگر وسوسہ آئے کہ تم پھر گناہ کروگے، یہ وسوسہ ہے ارادہ نہیں۔ وسوسہ کچھ مضر نہیں، یہ خوفِ شکستِ توبہ عزمِ شکستِ توبہ نہیں ہے بلکہ یہ خوف تو عین بندگی ہے، اپنے ضعف اور شکستگی کا اظہار ہے کہ یا اللہ! مجھے اپنے اوپر بھروسہ نہیں آپ ہی کا بھروسہ ہے کہ آپ مجھے گناہ سے بچائیں گے۔ خوب سمجھ لیجئے کہ بوقتِ توبہ ارادۂ شکستِ توبہ نہ ہو تو یہ توبہ قبول ہے۔ اگر بالفرض آئندہ توبہ ٹوٹ گئی تو اس سے پہلی توبہ باطل نہیں ہوتی، وہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ قبول ہے۔ یہ بات مستحضر رہے تو اس کو شیطان کبھی مایوس نہیں کرسکتا۔ میرا شعر ہے ؎

یہی ہے راستہ اپنے گناہوں کی تلافی کا
تری سرکار میں بندوں کا ہر دَم چشم تر رہنا

امام غزالی کے استاد علامہ اسفرائینی نے تیس سال تک دُعا کی کہ یا اللہ! مجھے گناہوں سے عِصمَت (پاکدامنی) عطا فرمادے۔ ایک دن دل میں وسوسہ آیا کہ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں پھر بھی میری دُعا قبول نہ ہوئی کہ مجھ سے خطائیں ہوجاتی ہیں۔ الہام ہوا کہ اے اسفرائینی! میں نے اپنے ملنے کے دو راستے رکھے ہیں؛ ایک تقویٰ کا، دوسرے توبہ کا، تُو تقویٰ ہی کے راستہ سے کیوں آنا چاہتا ہے؟ جب تقویٰ کا راستہ تجھے نہیں مل رہا ہے تو توبہ کے راستہ سے آجا۔ میرا شعر ہے ؎

مایوس نہ ہوں اہلِ زمین اپنی خطاء سے
تقدیر بدل جاتی ہے مضطر کی دُعا سے

ایک عظیم القدر دُعا کی عظیم الشان تشریح

(پہلی قسط)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیۡمٌ تُحِبُّ الۡعَفۡوَ فَاعۡفُ عَنِّیۡ

(سنن الترمذی: ۲/۱۹۱، کتاب الدعوات)

ارشاد فرمایا کہ اس وقت دل چاہا کہ میں بخاری شریف کا ایک فرمان، ایک حدیثِ پاک جو چودہ سو برس پہلے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے عالمِ کون ومکاں میں نشر ہوئی تھی اور سب سے پہلے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کان تھے جنہوں نے اس حدیث کو سنا اور لَبَّیۡكَ کہا۔ جب بڑی شخصیت سے کوئی بات نکلتی ہے تو وہ بات بھی بڑی ہوتی ہے۔ تو اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو بخشوانے کے لیے، مغفرت کے لیے، نزولِ رحمت کے لیے، حاجت روائی اور انسانیت کی بقاء اور استقامت علی التقویٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مضمون کی دُعا سکھا دی اور رمضان المبارک کی طاق راتوں میں یہی دعا مانگنے کا حکم دیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ جب ہم شبِ قدر کی طاق راتیں پائیں تو کیا مانگیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دُعا مانگو۔

تو شبِ قدر کی رات کتنی قابلِ قدر ہوتی ہے اور شبِ قدر میں جس دعا کی تعلیم نہایت عظیم القدر نے عطا فرمائی ہو تو وہ دعا کس قدر قابلِ قدر ہوگی؟ کہ عظیم القدر کی جانب سے شبِ قدر میں مانگنے کے لیے عظیم القدر دعا ہے۔...... جو صرف شبِ قدر کے لیے خاص نہیں ہے، شبِ قدر میں تو اس کو مانگنے کے لیے فرمایا ہی ہے لیکن ہر زمانے میں اس دُعا کو مانگیں ؏

ہر شب شبِ قدر است اگر قدر بدانی

اگر تم قدر جانتے ہو تو زندگی کی کوئی رات، کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جو قدر کے قابل نہ ہو، زندگی

کا ہر لمحہ حیات قابلِ قدر ہے، جس وقت چاہو تم استغفار کر کے ''ولی اللہ'' ہو جاؤ، اللہ کے پیارے بن جاؤ۔ مگر یہ مضمونِ استغفار جو عطا ہوا ایک عظیم القدر شخصیت حضور ﷺ سے عطا ہوا، زبانِ عظیم القدر سے عطا ہوا، برائے شبِ قدر عطا ہوا اور یہ دعا خود بھی عظیم القدر ہے۔ اس کو شبِ قدر کی طاق راتوں میں تو مانگنا ہی ہے مگر اس کے علاوہ بھی پوری زندگی مانگتے رہو۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اسے طاق راتوں کے علاوہ نہ مانگنا۔

اب سنو بخاری شریف کی حدیث کی دعا کی شرح! وہ دعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ کَرِیْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ! آپ کثیر العفو ہیں۔ حدیث کا ترجمہ میں اپنی طبیعت سے نہیں کر رہا ہوں، محدثِ عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ گیارہ جلدوں میں ''مشکوٰۃ'' کی شرح ''مرقاۃ'' میں اس دعا کی شرح لکھتے ہیں جو میں بعینہٖ وبالفاظہٖ نقل کر رہا ہوں، اِنْ شَآءَ اللہ آپ اس کے خلاف ان بڑی کتابوں میں نہیں پائیں گے۔ تو ملا علی قاری فرماتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ اَیْ اَنْتَ کَثِیْرُ الْعَفْوِ

اے اللہ! آپ کثیر العفو ہیں، بہت زیادہ معافی دینے والے ہیں۔ یہ ''عَفُوٌّ'' مبالغہ کے لیے آتا ہے، مصدر کا حمل مبالغۃً ہوتا ہے، جیسے کہتے ہیں کہ زَیْدٌ عَدْلٌ زید سراپا عدل ہے۔ تو عَفُوٌّ کا مطلب ہوا کہ آپ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی معافی دینے والا نہیں ہے، آپ کی معافی کا سمندر اور معاف کرنے کی اَدا اور معاف کرنے کی صفت غیر محدود ہے اور ہمارے گناہ اگرچہ اکثریت میں ہیں لیکن محدود ہونے کی وجہ سے آپ کی غیر محدود معافی کے سمندر کے سامنے ہمارے گناہ اکثریت کے باجود اقلیت میں ہیں۔ کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر محدود اپنی اکثریت کے باوجود غیر محدود کے سامنے اقلیت میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی صفتِ عفو کی اس تعریف میں یہ دعا شامل ہے کہ ہم کو معاف کر دیجیے۔

(جاری)